جوشخص لاپتہ ہوجائے، اس کی وراثت کا حکم

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: Har-4193 تاریخ: 27-09-2020

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عبد الرحمٰن آٹھ سال پہلے لاپتہ ہوگیا تھا، اس کی موت وحیات کا اب تک کوئی پتہ نہیں چل سکا۔ جس وقت لاپتہ ہوا تھا، اس وقت اس کی عمر 75 سال تھی۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس کے مال کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا اس کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

ایسا مفقود (گم ہونے والا) شخص جس کی موت وحیات کا کوئی علم نہ ہو، وراثت وغیرہ معاملات میں اس کی موت کا حکم کب دیا جائے گا؟ اس کے متعلق چند اقوال ہیں۔

(1) ظاہر الروایہ یہ ہے کہ عمر کے اعتبار سے اس کی کوئی مخصوص مقدار نہیں، بلکہ اس کے شہر میں اس کے اقران یعنی ہم عمر لوگوں کے فوت ہوجانے پر اس کی موت کا حکم دیا جائے گا۔

(2) ایک قول یہ ہے کہ یہ معاملہ قاضی کے سپرد ہے، وہ چھان بین کے بعد جب اس کی موت کا فیصلہ کر دے گا، تب اس کی موت کا حکم ہوگا، امام زیلعی علیہ الرحمۃ نے اسے اختیار فرمایا۔ ان دو کے علاوہ باقی اقوال میں عمر کی مقدار مقرر کی گئی ہے کہ مفقود کی وقتِ پیدائش سے ٹوٹل عمر جب ان اقوال میں مقرر کی گئی عمر کو پہنچ جائے گی، تو پھر قاضی اس کی موت کا حکم دے گا۔

(3) ان میں سے ایک قول میں ساٹھ سال عمر مقرر کی گئی ہے۔

(4) دوسرے میں ستر سال۔

(5) تیسرے میں اسّی سال۔

(6) چوتھے میں نوے سال۔

(7) پانچویں میں سو سال۔

(8) اور چھٹے میں ایک سو بیس سال عمر مقرر کی گئی ہے۔

محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام علیہ الرحمۃ نے اس حدیث ''میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں'' کی بناء پر ستر سال والے قول کو اختیار فرمایا اور فقہاء نے اسے لوگوں کے لیے ارفق (آسان) اور زمانے کے زیادہ موافق ہونے کی وجہ سے مفتیٰ بہ قرار دیا، لہٰذا **مفقود شخص کے متعلق یہی حکم بیان کیا جائے گا کہ گم ہونے کے بعد جب اس کی ٹوٹل عمر ستر سال تک پہنچے گی، تب قاضی اس کی موت کا حکم کر دے گا اور وراثت وغیرہ احکام، جو اب تک موقوف تھے، ان کے متعلق فیصلہ کر دیا جائے گا۔**

اس مفتیٰ بہ قول کے مطابق ستر سال کی عمر سے پہلے مفقود ہونے والے شخص کا حکم تو واضح ہے، لیکن جو شخص ستر سال کی عمر کے بعد مفقود ہو، جیسا کہ صورت مستفسرہ میں یہی معاملہ ہے کہ مفقود ہونے والا شخص 75 سال کی عمر میں گم ہوا، تو اس کے متعلق کیا حکم ہو گا؟ کیا قاضی فوراً موت کا حکم کر دے گا؟ تو سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے مفقود شخص کے متعلق دوسرا قول جو کہ امام زیلعی علیہ الرحمۃ کا مختار ہے، اس کے مطابق حکم بیان کرنے کا فرمایا یعنی یہ معاملہ قاضی کے سپرد کیا جائے گا اور قاضی اس کی جگہ، زمانہ، ہم عمر لوگوں کے متعلق چھان بین کرنے اور خوب غور و فکر کرنے کے بعد جب اس کی موت کا فیصلہ کر دے گا، تب وراثت وغیرہ احکام جاری ہوں گے، لہٰذا صورت مستفسرہ میں عبد الرحمٰن کا مال فوراً تقسیم نہیں ہو گا، بلکہ یہ معاملہ قاضی کے پاس پیش کیا جائے گا اور آج کل چونکہ قاضی نہیں ہوتے، لہٰذا اعلم علمائے بلد یعنی شہر کے سب سے بڑے سنی مفتی کے پاس پیش کیا جائے گا اور مفتی، عبد الرحمٰن کے شہر کے لوگوں کی عمومی عمروں اور عبد الرحمٰن کے ہم عمر لوگوں کے متعلق چھان بین کرے گا کہ وہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں، چھان بین کے بعد جب اسے ظن غالب ہو جائے گا کہ اب تک عبد الرحمٰن زندہ نہیں ہو گا، تو وہ اس کی موت کا حکم کر دے گا، اس کے بعد عبد الرحمٰن کا مال اس کے ورثاء میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

مفقود کے متعلق جزئیات:

درر الحکام میں ہے:"ولا يستحق ما أوصى له به إذا مات الموصي بل يوقف قسطه من مال مورثه وموصيه إلى موت أقرانه في بلده، اختلف في تقدير مدة حياته وظاهر الرواية ما ذكرهنا فإن ما تقع الحاجة إلى معرفته فطريقه في الشرع الرجوع إلى مثاله كقيم المتلفات ومهر مثل النساء، وبقاؤه بعد كل أقرانه نادر وبناء الأحكام الشرعية على الظاهر الغالب واعتبر أقرانه في بلده؛ لأن التفحص عن حال الأقران في كل البلدان خارج عن الإمكان وقال الزيلعي المختار أن يفوض إلى رأي الإمام "اور وہ مستحق نہیں ہو گا جس کی اس کے لیے وصیت کی گئی ہے جب موصی مر جائے، بلکہ اس کے مورث اور موصی کے مال میں سے اس کے حصے کو اس کے شہر کے ہم عمر دوستوں کی موت تک روکا جائے گا۔ اس کی حیات کی مدت مقرر کرنے میں اختلاف ہے اور ظاہر الروایہ وہی ہے جو ہم نے ابھی ذکر کی، کیونکہ جن چیزوں کی پہچان کی ضرورت پڑتی ہے، تو شرعاً اس کا طریقہ اس کی امثال کی طرف رجوع کرنا ہے، جیسا کہ تلف شدہ چیزوں کی قیمت اور عورتوں کا مہر مثل اور ایسے آدمی کا اپنے ہم عمر آدمیوں کی موت کے بعد زندہ رہنا بھی نادر ہے اور احکام شرعیہ کی بنیاد ظاہر و غالب صورت پر ہوتی ہے اور اس کا اپنے شہر میں ہم عمر دوستوں کا اعتبار اس لیے کیا جارہا ہے، کیونکہ تمام تر شہروں میں اس کے ہم عمر دوستوں کے حال کی چھان بین کرنا خارج عن الامکان ہے۔ اور امام زیلعی نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ اس کو قاضی کی رائے کی طرف سپرد کیا جائے گا۔

(درر الحکام شرح غرر الحکام، ج2، ص128، مطبوعہ دار إحياء الكتب العربية)

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:"(ولا يستحق ما اوصى له اذا مات الموصى بل يوقف قسطه الى موت اقرانه فى بلده على المذهب) لانه الغالب، واختار الزيلعى تفويضه للامام "اور وہ مستحق نہیں ہو گا جس کی اس کے لئے وصیت کی گئی ہے جب موصی مر جائے، بلکہ اس کے حصے کو اس کے شہر میں اس کے ہم عمر دوستوں کی موت تک روکا جائے گا، مذہب کے مطابق، کیونکہ وہ غالب ہے، اور امام زیلعی نے اس کو قاضی کے سپرد کرنے کو اختیار کیا ہے۔ **(تنویر الابصار و در مختار مع رد المحتار، ج6، ص454، مطبوعہ کوئٹہ)**

رد المحتار میں ہے:"قوله: (الى موت اقرانه) هذا ليس خاصاً بالوصية بل هو حكمه العام فى

جمیع احکامہ من قسمۃ میراثہ و بینونۃ زوجتہ و غیر ذلک"مصنف علیہ الرحمۃ کا قول:(اس کے ہم عمر دوستوں کی موت تک) یہ صرف وصیت کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ یہ اس کا ایسا حکم ہے جو اس کی میراث کی تقسیم اور اس کی بیوی کے بائنہ وغیرہ اس کے تمام احکام میں عام ہے۔

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج6، ص453، مطبوعہ کوئٹہ)

مفقود کے متعلق عمر کی مقدار مقرر ہونے کے متعلق دیگر اقوال اور مفتیٰ بہ قول کی تعیین:

نہر الفائق میں ہے:"اعلم أن ظاهر الرواية عن الإمام أنه لا يحكم بموته إلا بموت أقرانه في السن من أهل بلده وقيل: من جميع البلدان، قال خواهرزاده: والأول أصح، قال السرخسي: وهذا أليق بالفقه لأن نصب المقادير بالرأي لا يجوز غير أن الغالب أن الإنسان لا يعيش بعد أقرانه وأنت خبير بأن التفحص عن موت الأقران غير ممكن أو فيه حرج فعن هذا اختار المشائخ تقديره بالسن ثم اختلفوا فاختار المصنف أنه تسعون وفي (الهداية) وهو الأرفق. قال في (الكافي): و(الوجيز) وعليه الفتوى وروى الحسن مائة وعشرين سنة، وعن أبي يوسف مائة وفي (التتارخانية) معزيا إلى (الحاوي) وبه نأخذ وفيها عن (التهذيب) الفتوى على تقديره بثمانين واختار المتأخرون تقديره بستين وهذا الاختلاف إنما نشأ من اختلاف الرأي في أن الغالب هذا أو مطلقا، قال في (الفتح): والأحسن عندي التقدير بسبعين لخبر (أعمار أمتي ما بين الستين إلى السبعين) وقيل: يفوض إلى رأي القاضي فأي وقت رأى المصلحة حكم بموته، قال الشارح: وهو المختار"

تو جان بے شک امام صاحب سے ظاہر الروایہ میں یہ مروی ہے کہ اس کی موت کا حکم اس کے شہر کے ہم عمر دوستوں کے اعتبار سے لگایا جائے گا اور کہا گیا ہے تمام شہر والوں کے اعتبار سے، خواہر زادہ نے فرمایا: اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے، امام سرخسی نے فرمایا: اور یہ فقہ کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ رائے کے ذریعے مقادیر معین کرنا، جائز نہیں، علاوہ ازیں بے شک اکثر طور پر انسان اپنے ہم عمر دوستوں کی موت کے بعد زندہ نہیں رہتا اور تو جانتا ہے کہ ہم عمر دوستوں کی چھان بین ناممکن ہے یا اس میں حرج ہے، پس امام صاحب سے مروی ہے: مشائخ نے اس کے ہم عمر دوستوں کی عمر کو مقرر کیا، پھر فقہائے کرام نے اس مسئلے میں اختلاف کیا، پس مصنف علیہ الرحمۃ نے اس بات کو اختیار فرمایا کہ جب وہ نوے سال کا ہو جائے اور ہدایہ میں ہے، یہی زیادہ مناسب ہے۔ کافی میں فرمایا: اور (وجیز میں

ہے) اسی پر فتویٰ ہے اور امام حسن سے ایک سو بیس سال مروی ہے اور امام ابو یوسف سے سو سال مروی ہے اور تتارخانیہ میں حاوی کی طرف منسوب کرتے ہوئے ہے اور اسی کو ہم نے لیا اور اسی میں تہذیب کے حوالے سے ہے کہ فتویٰ اسی سال کی مقدار پر ہے اور متاخرین نے ساٹھ سال کی مقدار اختیار کی اور یہ اختلاف رائے کے اختلاف سے پیدا ہوا اس بارے میں کہ یہ غالب یا مطلقاً ہے، فتح میں فرمایا: اور میرے نزدیک زیادہ بہتر ستر سال ہے حدیث پاک کی وجہ سے کہ "میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہیں۔" اور کہا گیا ہے کہ اس کو قاضی کی رائے کی طرف پھیرا جائے گا، پس جس وقت وہ کوئی مصلحت دیکھے اس کی موت کا حکم لگا دے، شارح نے فرمایا: یہی مختار ہے۔ **(نہر الفائق، ج3، ص292، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)**

ردالمحتار میں ہے: "وقیل یقدر بتسعین سنة من حین ولادته ، واختاره فی الکنز وقیل بمائة ، وقیل بمائة وعشرین ، **واختار ابن الهمام سبعین لقوله علیه الصلاة والسلام: اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین" فکانت المنتهی غالبا**، ملخصا" اور کہا گیا ہے وہ اس کی ولادت سے نوے سال کی عمر تک مقرر کیا جائے گا، اس کو کنز میں اختیار کیا ہے اور کہا گیا سو سال تک، اور کہا گیا کہ ایک سو بیس سال تک اور امام ابن ہمام نے ستر سال کو اختیار کیا ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے: میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہیں۔ پس زندگی کی انتہا عموماً اسی پر ہو جاتی ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، ج6، ص454، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ستر سال والے قول کی ترجیح کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "هذا احسن مایصار الیه و یعول علیه فانه المویَّد بالحدیث، و شاهد حال الزمان للحدیث، ان المرمٰی ھٰھنا هو حصول الظن لیس الا فانه لا سبیل الی الیقین، فتقدیرُ رسولِ اللہ صلی اللہ علیه وسلم خیر من تقدیر غیره، و قد نص العلماء کشارحَیِ المُنیة العلامة المحقق محمد بن امیر الحاج فی الحلیة و العلامة ابراهیم الحلبی فی الغنیة و غیرُهما فی غیرِهما انه لا یعدل عن درایة ما وافقتها روایة، لا سیما و هو الارفق بالناس و الاَوفق بالزمان، فقد تقاصرت الاعمار و تعجلت المنون، و حسبنا اللہ و نعم الوکیل، فلذا عولنا علیه فی جمیع فتاوٰنا و باللہ التوفیق، اخرج

الترمذی عن ابی ھریرۃ و ابویعلٰی عن انس بن مالک رضی اللہ عنھما قالا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”اعمارُ امّتی ما بین السّتّین الی السبعین و اقلھم من یجوز ذٰلک“ سندُہ حسن کما نص علیہ الحافظ فی فتح الباری“ اور یہ بہترین قول ہے، جس کی طرف رجوع کیا جائے اور اس پر بھروسہ کیا جائے، کیونکہ حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے اور حال زمانہ حدیث کا شاہد ہے، کیونکہ یہاں مقصود ظن غالب کا حصول ہے، یہاں یقین کی کوئی صورت نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم کا مقرر کیا ہوا اندازہ غیر کے اندازے سے بہتر ہے، اور علماء نے نص فرمائی ہے جیسا کہ منیہ کے دو شارحین علامہ محقق محمد بن امیر الحاج نے حِلیہ میں اور علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں، اور ان دونوں کے علاوہ دیگر علماء نے دیگر کتابوں میں تصریح فرمائی کہ دِرایت جب روایت کے موافق ہو، تو اس سے عدول نہیں کیا جائے گا خصوصاً جبکہ اس میں لوگوں کے لیے زیادہ نرمی اور زمانے کے ساتھ زیادہ موافقت موجود ہو، تحقیق عمریں کم ہو گئیں اور موتیں جلدی واقع ہونے لگیں۔ اللہ پاک ہمیں کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اسی لیے ہم نے اللہ پاک کی دی ہوئی توفیق سے اپنے تمام فتاویٰ میں اس پر اعتماد کیا ہے۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابویعلٰی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تخریج کی، ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی بہت کم ان میں سے ایسے ہوں گے جو اس سے آگے بڑھیں۔“ اس کی سند حسن ہے، جیسا کہ فتح الباری میں حافظ نے اس پر نص کی ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج26، ص99تا100، مطبوعہ رضافاونڈیشن، لاھور)

بہار شریعت میں ہے: ”مفقود اور اس کی زوجہ میں تفریق اس وقت کی جائے گی کہ جب ظن غالب ہو جائے کہ وہ مر گیا ہو گا اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اس کی عمر سے ستر برس گزر جائیں، اب قاضی اس کی موت کا حکم دے گا اور عورت عدت وفات گزار کر نکاح کرنا چاہے، تو کر سکتی ہے اور جو کچھ املاک ہیں، ان لوگوں پر تقسیم ہوں گے جو اس وقت موجود ہوں۔“ (بہار شریعت، ج2، ص486، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ستر سال کی عمر کے بعد مفقود ہونے والے کا حکم:

جو شخص ستر سال کی عمر کے بعد مفقود ہوا، تو فوراً اس کی موت کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کے معاملے کو قاضی کے سپرد کرنا واجب ہے، جیسا کہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”قولہ

(واختار الزیلعی تفویضه للامام، فای وقت رای المصلحة حکم بموته،ملخصا) اقول:هذا من الحسن بمکان ولا محید من الرجوع الیه اذا فقد مثلا وقد خرج عن التقادیر ولم یبق فی البلد من اقرانه احد ،فانه لا یمکن ان یحکم بموته من فور فقده بل یجب التفویض الی رای القاضی ،فافهم "مصنف علیہ الرحمۃ کا قول:(اور امام زیلعی نے اس کے معاملے کو قاضی کے سپرد کرنے کو اختیار فرمایا کہ جب وہ مصلحت جانے اس کی موت کا حکم کردے) میں کہتا ہوں:یہ اچھا قول ہے اور اس کی طرف رجوع کیے بغیر کوئی ہٹنے کی راہ نہیں ہے،جب مثال کے طور پر کوئی شخص گم ہو جائے اور مقرر کی گئی مقادیر سے تجاوز کر چکا ہو اور شہر میں اس کے ہم عمر لوگوں میں سے بھی کوئی باقی نہ ہو،تو اس کے گم ہوتے ہی فوراً اس کی موت کا حکم کرنا،تو ممکن نہیں،بلکہ قاضی کی رائے کی طرف سپرد کرنا واجب ہے۔پس سمجھو۔

(جد الممتار،ج 05،ص 423 تا 424،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ستر سال کی عمر میں مفقود ہونے والی عورت کے متعلق کیے جانے والے سوال پر صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:"جو شخص ایسا غائب ہو کہ اس کا پتہ نہ چلے اسے مفقود کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا مال اس وقت تک محفوظ رکھا جائے جب تک اس کی موت معلوم نہ ہو،یا یہ کہ قاضی اس کی موت کا حکم دے دے اور قاضی کب موت کا حکم دے گا،اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں،مگر امام ابنِ ہُمام نے جس قول کو اختیار فرمایا ہے،وہ یہ ہے کہ اس کی عمر ستر سال کی ہو جائے **اور چونکہ مسماۃ مذکورہ کی عمر تقریباً ستر سال کی ہے لہٰذا،اگر ثابت ہو کہ ستر سال کی عمر ہو چکی ہے،تو حکمِ موت دیا جا سکتا ہے،** مگر یہ کام قاضی کا ہے اور یہاں ہندوستان میں قاضی نہیں،**یہ کام شہر میں سب سے بڑا عالم کر سکتا ہے** کہ وہ ایسی صورت میں قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے،اس کے پاس معاملہ کو پیش کیا جائے،اگر وہ موت کا حکم دے دے،تو جو کچھ مسماۃ کا مال ہے،وہ دونوں وارثوں میں حسبِ شرائطِ فرائض برابر،برابر تقسیم کر دیا جاوے۔ملخصا"

(فتاوی امجدیہ،ج3،ص381۔382،مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

مفقود کا حکم لگانے کے لیے کن چیزوں کا لحاظ ضروری ہے:

اوپر یہ تو واضح ہو چکا کہ جو شخص ستر سال عمر ہو جانے کے بعد مفقود ہوا،تو اس کے بارے میں امام زیلعی علیہ

الرحمۃ کے مختار قول کے مطابق حکم بیان کیا جائے گا، لیکن اس قول کے مطابق فیصلہ کرنے کے لیے قاضی کو کن چیزوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اس کو بیان کرتے ہوئے رد المحتار میں شرح وہبانیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ”ینظر ویجتھد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول بالتقدیر وینظر فی الاقران وفی الزمان والمکان ویجتھد لانہ یختلف باختلاف البلاد و کذا غلبۃ الظن تختلف باختلاف الاشخاص۔۔۔ اھ ومقتضاہ :انہ یجتھد ویحکم القرائن الظاھرۃ الدالۃ علی موتہ۔ملخصا“ قاضی غور و فکر کرے اور کوشش کرے اور اپنے غالب گمان کے مطابق حکم کرے اور مفقود کے ہم عمر لوگوں اور زمان اور مکان میں غور و فکر کرے اور کوشش کرے، کیونکہ یہ شہروں کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتا ہے اور اسی طرح غلبہ ظن اشخاص کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتا ہے۔۔۔ اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ وہ کوشش کرے اور اس کی موت پر دلالت کرنے والے ظاہر قرائن کے مطابق فیصلہ کرے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، ج06، ص454، مطبوعہ کوئٹہ)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

09صفر المظفر 1442ھ/27ستمبر 2020ء

الجواب صحیح

مفتی فضیل رضا عطاری

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جا سکتی ہے